International Journal of Applied Research 2020; 6(10): 544-545

ISSN Print: 2394-7500
ISSN Online: 2394-5869
Impact Factor: 5.2
IJAR 2020; 6(10): 544-545
www.allresearchjournal.com
Received: 16-08-2020
Accepted: 19-09-2020

ڈاکٹر ماجدہ امجدی
بارا ڈیہہ بیریاکیسریا،مشرقی چمپارن،بہار

ڈاکٹر شکیل الرحمن کی تنقید نگاری

ڈاکٹر ماجدہ امجدی

ڈاکٹر شکیل الرحمن کی ادبی سرگرمیوں کاآغاز طالب علمی ہی سے ہوچکا تھا ۱۹۵۳.۵۴ ؁ء میں جب وہ ایم، اے،ارد وپٹنہ یونیورسیٹی کے طالب علم تھے تو ان کی کتاب"ادب نفسیات" زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پرآچکی تھی۔ اس کتاب میں ان کے تنقیدی مضامین"ادب اور نفسیات، اردو ادب اورفسادات، کلیم الدین بہ حیثیت نقاد، سردار جعفری کاالا سلام، ترقی پسند ادب اور غزل، ادب کی جدلیاتی ماہیت،اردو افسانہ کامستقبل،جوشؔ کے سماجی شعور کاتجزیہ، تاعوز (کذا) کی شاعری پرایک نظر،اردو ادب میں آزاد نظمیں اوراکبرؔ کا آرٹ وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ کتاب کے آغاز میں پروفیسر احتشام حسین صاحب کا تحریر کردہ تعارف ہے۔ ان کے تنقیدی نظریہ کی وضاحت احتشام صاحب کے ان جملوں سے ہوتاہے۔

"شکیل الرحمن تنقید نگاری میں ان اصولوں کی ترجمانی کرتے ہیں جو مادی فسلفہ کی بنیاد پر مرتب ہوتے ہیں۔ شکیل الرحمن نے ابھی اس کی ابتداکی ہے۔ اس لئے کہیں کہیں جذباتیت راہ پا گئی ہے اوربحث طلب نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ تاہم ایک نوعمر نقاد کی یہ ابتدابے حد امید افزا ہے۔" ۱ ؎

یہ جملے اس بات کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ شروع شروع میں شکیل الرحمن مارکسی نظریے کے حامل وعلمبردار تھے لیکن بتدریج ان کی تنقید نگاری میں تبدیلی آئی ہے اوربعدمیں چل کر انہوں نے نفسیاتی تنقید کو اپنارہنما بنایاہے جیساکہ ان کی مشہو رومعروف تنقیدی کتاب"غالب کی جمالیات"کے مطالعہ سے ظاہر ہوتاہے۔ ان کی دوسری کتاب زبان اور کلچر کے نام سے لسانیات کے موضوع پرشاہین بک اسٹال کشمیر سے اپریل ۱۹۵۸ ؁ میں شائع ہوئی۔اسی ادارے نے ان کی ایک اور کتاب"جدید شاعری کے نئے چراغ" اپریل ۱۹۶۴ ؁ میں شائع کیا۔ ا س کے علاوہ "شعور اور تنقیدی شعور"یا "ادب اور تہذیب"اسی درمیانی مدت میں ان کے تنقیدی مضامین کے مجموعے منظرعام پرآچکے ہیں لیکن ان سبھوں کے مطالعے سے ان کے تنقیدی موقف کی وضاحت بہت کھلے انداز میں نہیں ہوتی ہے۔،چونکہ ان مجموعوں میں ان کاتنقیدی رویہ کچھ مبہم اور مغلق ساہے۔ البتہ ان کے تنقیدی رجحانات کی بھرپور جھلک ان کی مشہو رکتاب"غالب کی جمالیات" میں دیکھنے کوملتی ہے۔ ان کے تنقیدی خیالات ورجحانات کوسمجھنے میں درج ذیل کتابیں بھی ممدو معاون ہوسکتی ہیں۔

۱. شکیل الرحمن۔ مرتبہ عصمت شکیل
۲. لاوے کاسمندر(تنقیدی مضامین کامجموعہ)
۳. اقبال روشنی کی جمالیات (مطبوعہ ۱۹۷۷ء) دہلی
. ادبی قدریں اورنفسیات
۵. رابندر ناتھ ٹیگور کارومانی ذہن
۶. خواجہ غلام السیدین۔ اقدار کا تعلیمی تصور

Corresponding Author:
ڈاکٹر ماجدہ امجدی
بارا ڈیہہ بیریاکیسریا،مشرقی چمپارن،بہار

مذکورہ بالا کتابوں کے مطالعے سے ان کے تنقیدی موقف و رجحانات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ جیساکہ پہلے ذکر کیاجاچکا ہے کہ ”اردو ادب اور نفسیات“ میں ان کامارکسی نظریۂ تنقید“ سامنے آتاہے لیکن ان کے ذہن نے اردو قبول کی صورت اختیار کیا اور بتدریج ان کے نظریے میں تبدیلی آئی اور انہوں نے نفسیاتی تنقید کواپنایاہےلیکن نفسیاتی تنقید کاجہاں تک سوال ہے تویہ بجائے خود اس قدر مشکل اور پیچیدہ ہے کہ اس نظریے کاحق کماحقہ اداکرن بہت مشکل ہے۔چونکہ انسانی نفسیات کامطالعہ بھر ذخار میں غوطہ لگانے کے مترادف

ہے۔ انسانی نفسیات میں ہر پل او رہر لمحہ تغیرات وتبدل پید اہوتے رہتے ہیں کسی ایک مرکز ومحور پراسے منجمد وساخت نہیں رکھاجاسکتا۔ انسان ایسے اسرار ورموز کا مرکب ہے کہ اس کی تفہیم وتشریح کے لئے بہت سارے محلوں سے گذرناپڑے گا۔ بہت سارے ماہرین نفسیات نے اس پرخاروادی میں قدم رکھا لیکن کلی طور پروہ اس سے عہدہ برآنہ ہوسکے ساتھ ہی تمام ماہرین نفسیات کے خیالات ورجحانات باہم اسقدر متغائر اورمتضاد ہیں کہ ان کو کسی ایک نظریہ کے تحت نہیں لایا جاسکتا۔
بہر حال شکیل الرحمن صاحب نے مارکسی نظریہ تنقید کو اپنایا ہویانفسیاتی تنقید کو رہنما بنایاہو۔ کسی میں بھی وہ اپنیانفرادی شناخت نہیں بناسکے۔ویسے توانہوں نے تنقید کے موضوع پربہت کچھ لکھاہے۔ اور ابھی بھی لکھ رہے ہیں لیکن اپنے تنقیدی موقف کے اظہار میں کامیاب نہیں رہے ہیں۔
بقول اعجاز علی ارشد شکیل الرحمن پرینگ(C.G Jung)کے اثرات یقینی طور پرزیادہ ہیں۔یہ اثرات اس طرح ظاہر ہوتے ہیں کہ اس کے نظریہ شعور ولاشعور کی عملی کیفیت ”غالب کی جمالیات“ میں نمایاں ہوگئی ہے اور اردو میں غالباً پہلی بار آر کی ٹائیپی تنقید کابھرپور نمونہ سامنے آیا ہے۔یہاں پر چند جملوں میں اگر یہ بات بھی واضح کردی جائے کہ آرکی ٹائیپی تنقید سے کیا مراد ہے اور اس کی حدیں کیا ہیں تو مناسب ہوگا۔ ینگ کاخیال ہے کہ انسان کاذہن خانوں میں بٹاہو اہے۔یہ خانے مختلف قسم کے اثرات کومختلف سطحوں پرسمیٹے جاتے ہیں۔ اس طرح کاایک خانہ نسلی لاشعور کا بن جاتاہے۔ اس نسلی لاشعور میں ہمارے اسلاف اور پرکھوں کے تمام تر تجربے ورثے کے طور پرافراد میں منتقل ہوجاتے ہیں ایسے تجربے عام لفظوں میں Family trails کہے جاتے ہیں۔ لیکن یہ خاندانیء میلان دراصل اس نسلی او راجتماعی لاشعور کامظہر ہوتاہے جو وراثتاً خاندان درخاندان منتقل ہوتاجاتاہے۔، کہہ سکتے ہیں یہ نسلی لاشعور دراصل اجتماعی لاشعور ہے۔(بہا رمیں اردو تنقید۔ ص ۱۷)

پھرآگے چل کر اعجاز علی ارشد تحریر کرتے ہیں۔
ڈاکٹر شکیل الرحمن اپنی تنقید میں ذاتی یا انفرادی نفسیاتی جہتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے لیکن الاجتماعی لاشعور کو یقیناً برتنے کی سعی میں مصروف ہیں۔ اردو تنقید میں یہ رویہ محض شکیل الرحمن نے نہیں اپنایا۔ بلکہ اس قسم کے نقادوں میں محمد محسن عسکری، وحید قریشی،شبیہ الحسن نونہروی، دواندامتر او رمختار مفتی وغیرہ کے نام بھی اہم ہیں۔یہاں تک بقول قاضی عبید الرحمن ہاشمی: آزادی سے پہلے شیخ اکرام نے اپنی کتاب ”غالب نامہ“ کو نفسیاتی تنقید قرار دیا تھا“
(بحوالہ بہارمیں اردو تنقید۔ ص۷۳)
آرکی ٹائپ کے عمل کی وضاحت کرتے ہوئے شکیل الرحمن صاحب تحریر کرتے ہیں:

”آرچ ٹائپ (کذا) انسانی ذہن کا ایک مخصوص عمل ہے ہم عموماً ان کے وجود سے بے خبر رہتے ہیں۔ جب تک کچھ حسی اور نفسی لہریں انہیں نہیں چھوتیں،اس وقت تک ان کاعمل شروع نہیں ہوتا۔ آرچ ٹائپ کے عمل سے وہ حسیاتی پیکریت نئی تصویریں میں ابھر نے لگتے ہیں جو نسلی لاشعور یااجتماعی شعور میں ڈوبے رہتے ہیں۔ ان پیکروں اور تصویروں کے ساتھ ایک طرف نسلی شعور کے سائے ہوتے ہیں اوردوسری طرف عہد جدید کے مخصوص تصورات اورتجربات،دونوں جذب ہوجاتے ہیں آرٹ ان ہی حسیاتی پیکروں کو پیش کرتاہے۔“
مذکورہ بالااقتباس سے آرکی ٹائپ تنقید کی تشریح اورتوضیح ہوجاتی ہے۔شکیل الرحمن صاحب نے اس کی شروعات اوراردو میں کی ہو یا ان سے قبل ہی اردو میں اس کاعمل دخل ہوچکا ہو لیکن یہ بات مسلم ہے کہ اس طریقہ ٔ تنقید میں شکیل الرحمن صاحب نے اپنی انفرادیت قائم کرنے کی بڑی حسین کوشش کی ہے۔ جس طرح سے دوسرے نظریات ورجحانات کاوجود مغربی علوم وفنون کے بہت بعد اردو زبان وادب میں درآئے ہیں اسی طرح آرکی ٹائیپی تنقید کی شروعات میں مغرب میں بہت پہلے ہوچکی تھی اور اردومیں اس کاوجود بعد میں دیکھنے کوملتاہے۔
بہرحال بہار کے اردو تنقید نگاروں میں شکیل الرحمن صاحب کا نام نمایاں ضرور ہے۔ لیکن نسبتاً ان کے تنقیدی موقف اوررجحانات وخیالات کو سمجھنا مشکل ہے۔ اس لئے کہ ان کاانداز بیان غیر واضح، غیر تفصیلی اور مغلق ہے۔ ان کی تنقیدی صلاحیت وبصیرت پر شک نہیں کیا جاسکتا۔ ان کے مطالعے کی وسعت اور فکر کی ندرت بھی بجائے خود مسلم ہے مگر ان کے اظہار کاطریقہ ہی کچھ ایساہے کہ وہ اپنی بات قاری کواچھی طرح سمجھانہیں پاتے ہیں۔ایسامحسوس ہوتاہے کہ غالبؔ ،اقبالؔ یا دوسرے فنکاروں کو شکیل صاحب نے جس قدر سمجھاہے، وہ اس کو اپنے قاری کو اپنی تحریروں سے سمجھانے میں ناکام رہے ہیں۔انہوں نے ارد ومیں نسبتاً ایک نئے تنقیدی رویے کوروبہ عمل لانے کی جو کوشش کی ہے وہ قابل احترام ہے۔اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے اوریہی اسلوب ان کی انفرادیت کی شہادت دیتی ہے۔